عَلؑی سا بھی نہ کوئی عادلِ زمانہ ہُوا
کہ ایک باز و کبوتر کا آشیانہ ہُوا
سیاہ دیدۂ شبّیرؑ میں زمانہ ہُوا
ہوائے ظلم سے جب گُل چراغِ خانہ ہُوا
ق
مکیں رہے نہ مکاں، طرفہ کارخانہ ہُوا
زمیں الٹ گئی کیا مُنقلبِ زمانہ ہُوا
یہ انقلاب غضب کا ہے، یا علؑی، فریاد!
کہ مسجدیں تھیں جہاں، واں شراب خانہ ہُوا

حسینؑ نے کبھی شکوہ کیا نہ امّت کا
گِلہ ہُوا بھی کسی سے تو دوستانہ ہُوا
بچھا ہے قاف سے تا قاف جس کا خوانِ کرم
نصیب اُسے کئی دن تک نہ آب و دانہ ہُوا
شباب تھا کہ دمِ واپسیں کی آمد و شد
یہ مضطرب اِدھر آیا، اُدھر روانہ ہُوا
جو زندے پھرتے ہیں قبروں پہ کہتے ہیں مُردے
کہ ہم بھی پھرتے تھے یوں ہی، اے زمانہ ہُوا
اندھیری قبر تھی اور میں تھا یا علؑیِ ولی!
حضور آئے تو روشن سیاہ خانہ ہُوا
گرائی برق اُسی پر فلک نے، یا تقدیر
جو کھیت میں مری قسمت کا ایک دانہ ہُوا
لحد یہ کہتی ہے میت سے، اب ہے تو اور میں
جو ساتھ آیا تھا، وہ قافلہ روانہ ہُوا
کیا قبول قناعت سے بحرِ عالم میں
صدف کی طرح میسّر جو آب و دانہ ہُوا
پڑا جو سایۂ گیسوئے پیچدارِ حُسینؑ
تو ذوالجناح یہ سمجھا کہ تازیانہ ہُوا
کشاں کشاں مجھے جانا پڑا وہاں آخر
جہاں جہاں مری قسمت کا آب و دانہ ہُوا
سحاب سائے میں رکھتا تھا جس کے نانا کو
لحد کو اس کی میسّر نہ شامیانہ ہُوا
ق
لگا کے بچّے کو اک تیر حُرملہ نے کہا
یہ کام مجھ سے دمِ جنگ رُستمانہ ہُوا
پکارے شاہ کہ اس دردِ دل کو مجھ سے پوچھ
خبر ہے کیا تجھے، کس کا جگر نشانہ ہُوا

وہ زلف، چوبِ سناں میں بندھی ہزار افسوس
نبیؐ کے پنجۂ مژگاں سے جس میں شانہ ہُوا
دلھن کو دے کے سدھارے تھے آستیں جس کی
کفن بنے کا وہی خلعتِ شہانہ ہُوا

ملا نہ اصغرِ ناداں کو جام پانی کا
صراحی دار گلا تیر کا نشانہ ہُوا
رہا نہ کوئی بہتّر میں ظہر تک باقی
حُسینؑ رہ گئے، سب کارواں روانہ ہُوا
فراقِ شہ کا نہ صدمہ اٹھا سکینہؑ سے
قلق سے جان گئی، موت کا بہانہ ہُوا
بھٹک کے راہ سے پیچھے کہیں نہ رہ جاؤ
اٹھو انیسؔ اٹھو، کارواں روانہ ہُوا